یہ جنگ ہمیں ختم کر دے گی!

رابرٹ کوہلر○

اسرائیل کی صورت میں انسانیت کے لیے کینسر، فلسطین کی سرزمین پر ظاہر ہے۔ میزائل اُڑتے ہیں، جہنم کا منظر عالمی سرخیاں بنتی ہیں، ہزاروں لوگ مرجاتے ہیں، میرے خدا، ان میں سے بہت سے بچّے ہیں۔ اسرائیلی وزیر دفاع یوو گیلنٹ نے اعلان کیا: ''ہم انسانی جانوروں سے لڑ رہے ہیں اور ہم غزہ کا مکمل محاصرہ کر رہے ہیں۔ نہ بجلی، نہ کھانا، نہ پانی، نہ ایندھن--- سب کچھ بند ہو جائے گا''۔ یہ ہے صیہونی اصول کہ انسانوں کو جانور قرار دے کر مار ڈالو، چاہے وہ معصوم بچّے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ جنگ شیطانی چکر ہے۔ حماس نے اسرائیل پر میزائل داغے، جس کے جواب میں اسرائیل کی طرف سے (بہت زیادہ جدید ترین) میزائل اور بھی زیادہ گھناؤنے ردعمل کا جواز بنا کر برسائے گئے ہیں، اور غزہ کی 'اوپن ایئر جیل' میں پھنسے لوگوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔

میں یہ الفاظ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اس تنازعے کی غلطیوں کو 'برابر' کرنے کی کوشش نہ کریں اور نہ اس کی تاریخ کو چھیڑیں: پہلی جنگ عظیم کے نتیجے میں فلسطین میں اسرائیل کی نوآبادیاتی، ریاست کے قیام میں یہاں کے سیکڑوں دیہات کو وحشیانہ انداز سے تباہ کر دیا گیا۔ جیسا کہ کرس ہیجز لکھتے ہیں: ''اسرائیل نے فلسطینیوں کے خلاف تشدد کی یہ خون آلود زبان بولی ہے۔ جب سے صیہونی ملیشیا نے تاریخی فلسطین کے ۷۸ فی صد سے زیادہ حصے پر قبضہ کر لیا، تقریباً ۵۳۰ فلسطینی دیہات اور شہروں کو تباہ کر دیا، اور ۷۰ سے زیادہ مرتبہ قتل عام میں ہزاروں فلسطینیوں کو ہلاک کیا۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کی ریاست بنانے کے لیے ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۹ء کے درمیان تقریباً ۷ لاکھ ۵۰ ہزار فلسطینیوں کا نسلی طور پر صفایا کیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں وزیر دفاع پوچھتا ہے:

○ معروف امریکی دانش ور اور مصنف، Courage Grows Strong at the Wound (۲۰۱۶ء)، شکاگو

''اسرائیل سے تم کیا توقع رکھتے ہو؟''

یہ تازہ ترین جنگ، نسلی تطہیر اور اپنی نسل کشی کے خلاف ردعمل کی کارروائی کے نمبرشمار میں ایک اضافہ ہے۔ حماس، یعنی غزہ کی موجودہ انتظامیہ کو امریکی میڈیا کی زبان میں ایک 'دہشت گرد تنظیم' سمجھا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ تقریباً ہر قومی حکومت کی فوج ایک دہشت گرد تنظیم ہی ہے، یا کم از کم ممکنہ طور پر ایسا ہی رویہ اختیار کرتی ہے۔ امریکا تو یقیناً اسی معیار پر پورا اُترتا ہے۔ اب جنگ کے لیے ایک اور لفظ کا اضافہ ہوگیا ہے: 'دہشت گردی'۔

ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جو جنگ کی آگاہی کے شعور میں پھنسی ہوئی ہے۔ خطرے سے بچنے کا واحد راستہ پھر یہ ہے: 'انھوں نے ہمارے بچوں کو مارا ہے، لہٰذا ہم ان کو مارنے والے ہیں'۔ یوں جو سب سے زیادہ بچوں کو مارتا ہے وہ واقعی جیت جاتا ہے، یا ایسا نظر آتا ہے۔

کیا جغرافیائی سیاست کی سطح پر سوچنے کا ایک مختلف طریقہ ممکن ہے؟ کیا جنگ کے بغیر دنیا ممکن ہے؟ اورلی نوئے، جو اسرائیلی اور عبرانی زبان کے نیوز میگزین لوکل کال کی ایڈیٹر ہیں، لکھتی ہیں: ''جب حماس نے اسرائیل پر میزائل داغے تو یہ کتنا خوفناک تجربہ تھا''۔ دی گارڈین میں وہ لکھتی ہیں: ''عوام میں بدلہ لینے کی خواہش قابل فہم اور خوفناک بھی ہے، لیکن کسی اخلاقی سرخ لکیر کا مٹ جانا ہمیشہ ایک خوفناک چیز رہا ہے''۔ یہ بات اہم ہے کہ حماس کی طرف سے کیے جانے والے اقدام کی اہمیت کو کم نہ کیا جائے اور نہ معاف کیا جائے۔ لیکن یہ خود ہمیں اپنے آپ کو یاد دلانا بھی ضروری ہے کہ وہ سب کچھ جواب ہم اپنے اُوپر مسلط ہوتا دیکھ کر تڑپ رہے ہیں، بالکل یہی تو ہم برسوں سے فلسطینیوں پر ڈھا رہے ہیں...... میں اپنے آپ کو یاد دلاتی رہتی ہوں کہ اس سیاق و سباق کو نظرانداز کرنا خود میری اپنی انسانیت کی تذلیل رہی ہے۔ کیونکہ کسی بھی سیاق و سباق سے عاری تشدد صرف ایک ممکنہ ردعمل کی طرف لے جاتا ہے: انتقام، اور بدلہ''۔ اورلی نوئے لکھتی ہیں: ''سیکورٹی کا مخالف، درحقیقت امن کا مخالف ہے، اور انصاف کا بھی مخالف ہے اور یہ مزید تشدد کے سوا کچھ بھی نہیں...... ہم نے نہ صرف غزہ کو فاقہ کشی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے بلکہ اسے مکمل تباہی کے دہانے پر بھی پہنچا دیا ہے، اور یہ سارا کام ہمیشہ سیکورٹی کے نام پر ہی کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کر کے ہمیں کتنی سیکورٹی ملی؟ انتقام کا یہ دوسرا دور ہمیں کہاں لے جائے گا؟''

''اس ہفتے کے روز اسرائیلیوں کے خلاف جو خوفناک اقدام کا ارتکاب کیا گیا، جسے دماغ سمجھ نہیں سکتا اور غم کے اس تاریک لمحے میں ایک چیز سے چمٹی ہوئی ہوں جسے میں نے تھامنا چھوڑ دیا اور وہ ہے: میری انسانیت۔ مکمل یقین کہ یہ جہنم پہلے سے طے شدہ نہیں ہے۔ نہ ہمارے لیے، نہ ان کے لیے''۔

اس خوفناک لمحے کو سمجھا، پڑھا جاسکتا ہے، کہ کیا ہم ۷ ؍اربانسانی دماغ سوچ سمجھ نہیں سکتے۔ انتقام اور جنگ میں عقل کام نہیں کرتی۔ تنازعے کو صرف ان تمام فریقوں کے تناظر میں سمجھا جاسکتا ہے، جو اس کا حصہ ہیں۔ یہی سوچ اور شعور امن کی تخلیق ہے۔ ہاں، افسوس کہ یہ محض کسی کی پشت پر لات مارنے سے زیادہ پیچیدہ کام ہے۔ یہ سب ایسا ہی ہے جیسے تنازعات کو زندہ رکھنے میں عالمی تجارتی مفاد کی حکمرانی! نہ صرف سیاسی حواریوں اور اسلحے کے ڈیلروں کے درمیان بلکہ اس گندے کھیل کے لیے بھی یہ کھیل ٹھیک ہے۔ تمام زندگی ایک صحافی کے طور پر کام کرتے ہوئے مَیں یقینی طور پر اپنے پیشے کو بھی اسی انسانیت کُش فہرست میں شامل کرسکتا ہوں، جسے اپنے اخباروں میں خون آلود سرخیاں چھاپنے سے دلچسپی ہے، اور یہ خیال بھی ساتھ ساتھ کہ ''فریقین رابطے اور مکالمے میں مصروف ہیں''۔

یاخدا! دشمن کے ساتھ بھی رابطے؟ حکومتیں اس مقصد کے لیے اپنے وسائل کیوں ضائع کریں گی؟ انسانیت کے متعلق ہماری سمجھ بھی ایسی نہیں ہے۔ بہت مثبت بن کر سوچا جائے تو جنگ کا خاتمہ یا انسان کا اس سے بلند تر ہوجانا بھی ایک ناقابلِ فہم حد تک طویل اور ناممکن ترین سا عمل ہے۔ اس عمل کے بارے میں ہم اتنا بھی نہیں جانتے، جتنا 'ایٹم' کے بارے میں جانتے ہیں۔

لیکن کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ ہوسکتا ہے کہ جتنا ہم سمجھتے ہیں، اس سے زیادہ ہی جانتے ہوں جیسا کہ ماہرنفسیات مصنف مارین ووڈمین کا کہنا ہے: ''دوسروں پر حکم چلانا اور ان کے ساتھ ایک بامعنی ربط پیدا کرنا، دومختلف چیزیں ہیں۔ یہ پہلی قسم جسے 'پدرشاہی' قسم بھی کہا جاسکتا ہے، دوسروں کی کچھ پروا نہیں کرتی۔ اس کے برعکس مَیں تو لوگوں کو بااختیار بنانے کے حق میں ہوں''۔

ہمیں کوشش جاری رکھنی ہے، ہمیں بطورِانسان ایک دوسرے کی قدر کرنی ہے، ایک دوسرے کے ساتھ ربط رکھنا اور زندہ رہنا سیکھنا ہے، چاہے یہ کام ہمیں کتنا ہی ناممکن کیوں نہ لگے۔ بطور انسان ہمارا پہلا فریضہ بھی یہی ہے۔ اگر ہم اس جنگ کو ختم نہیں کرتے، تو یہ ہمیں ختم کردے گی! [ترجمہ: ادارہ]